افکار اسلامی

فریضہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر

Presented by: www.Jafrilibrary.com

فہرست عناوین

نمبر شمار		صفحہ
۱	پیش گفتار	۱
۲	امر بالمعروف ونہی عن المنکر واجب عبادی ہے	۴
۳	امر ونہی اور آزادی	۱۲
۴	امر ونہی اور تبدیلی واصلاح	۲۲
۵	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے شرائط	۲۷
۶	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا طریقہ	۳۳
۷	امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنیوالے کے صفات	۴۱
۸	قرآن کی آواز	۴۶

حدیث شریف میں پیغمبر خدا سے مروی ہے :-

"لَا تَزَالُ اُمَّتِی بِخَیْرٍ مَا اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ، فَاِذَا لَمْ يَفْعَلُوْا ذَالِكَ نُزِعَتْ مِنْهُمُ الْبَرَكَاتُ وَسُلِّطَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ نَاصِرٌ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ۔"

"میری امت اس وقت تک خیر و خوبی سے بہرہ ور ہوگی جب تک لوگ اچھائی کا حکم دیتے، برائی سے روکتے، اور نیک کام پر ایک دوسرے کا تعاون کرتے رہیں گے جب یہ سب امور چھوڑ دیں گے تو ان سے برکتیں چھین لی جائیں گی اور ان میں سے بعض بعض پر مسلط ہو جائیں گے اور زمین و آسمان میں کوئی ان کا ناصر و مددگار نہ رہے گا۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش گفتار

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَمَنْ دَعَا بِدَعْوَتِہٖ حَتّٰی قِیَامِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔

جب سے ہماری امت اسلامیہ نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیا ہے ذلت و رسوائی اس کا مقدر بن گئی ہے اور اسلامی تہذیب رو بزوال ہو گئی ــــ اس لئے کہ اس دین عظیم (اسلام) کی بنیاد اسی وقت مضبوط و مستحکم ہو سکتی ہے جب اس کی امت ایسی ہو جو اس کی شدید چاہنے والی، اس پر عمل پیرا، اس کی داعی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ اس کا دفاع کرنے والی ہو اور یہ امت فرمان خدا "کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَامُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ۔"
"تم کتنی بہترین امت ہو جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے باز رہنے کی تلقین کرتے اور خدا پر ایمان رکھتے ہو" کے مطابق بہترین امت اسی وقت ہو سکتی ہے جب ان فرائض مقدسہ پر عامل ہو۔ (آل عمران ۱۱۰)

اور آج یہ مقدس فرائض ہماری اسلامی دنیا کے بڑے حصے سے ناپید ہو چکے ہیں، برائی پھیل چکی ہے بلکہ اچھائی برائی بن چکی ہے۔ اور برائی، اچھائی کی شکل اختیار کر چکی ہے اور اس امت پر برے افراد کا غلبہ

ہو چکا ہے جس کے نتیجہ میں کوئی ان کی دعوت کا سننے والا نہیں جیسا کہ پیغمبر خدا نے امت کی زندگی میں اساسی حیثیت رکھنے والے اور اس کی پیغام رسانی میں اہمیت رکھنے والے ان واجبات کے ترک سے پیدا ہونے والی خرابی سے آگاہ کرتے ہوئے پیشین گوئی کی تھی۔

اسلام اس بات کا شدید خواہش مند رہا ہے کہ امت اپنی رسالت و پیغام رسانی سے ایسی زندہ اور آگاہانہ وابستگی رکھے جس میں حیات دنیا کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ مثبت اثر کا اضافہ ہوتا رہے تاکہ اس پوری کی پوری زندگانی دنیا کو آخرت کی راہ میں لگا سکے۔ اور صرف یہی نہیں کہ امت اپنی رسالت میں ہر اجنبی فکر، عمل، رفتار کے مقابل آگاہانہ قیام کرے بلکہ بیداری اتنی ہو کہ برائی سے باقاعدہ مقابلہ کرے اور اسے صفحۂ حیات امت سے مٹا دے دوسری طرف مومنین دعوت الی الخیر اور امر بالمعروف میں منہمک رہیں۔

اسلام اگر "امر بالمعروف ونھی عن المنکر" کو اپنے فرائض میں برتر مقام عطا کرے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے قیام کرنے والوں کو مومنین مجاہدین کی اگلی صف میں جگہ دے تو یہ کوئی نامناسب بات نہ ہوگی۔

چنانچہ حدیث شریف میں پیغمبر اسلامؐ سے وارد ہوا ہے کہ سید الشہداء حمزہ ابن عبد المطلب ہیں اور وہ شخص ہے جس نے امام جائر کے سامنے کھڑے ہو کر اسے نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا ہو جس کے نتیجہ میں اس کے ہاتھ سے قتل ہو گیا ہو۔

دار الھدیٰ جو اپنے اسلامی فریضہ کو برابر پورا کر رہا ہے اپنے عزیز قارئین کی خدمت میں اس اہم موضوع پر یہ ہلکی سی بحث پیش کر رہا ہے

امید ہے کہ امت اپنے صحیح مقام پر پلٹ کر آئیگی اور اپنی ذمہ داری کو انجام دے گی تاکہ اللہ کی توفیق و تائید سے "خیرِ امت" بن سکے اور اللہ کے لئے یہ بات بعید نہیں ہے۔

دارالھدیٰ

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب عبادی ہے

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ۔ (آل عمران ۱۰۴)

"تم میں کچھ لوگ ایسے ہونے چاہئیں جو نیکی کی دعوت دیں اور اچھائی کا حکم کریں اور برائی سے روکیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

"معروف" ہر اس فعل کو کہتے ہیں جس کا حسن عقل یا شرع سے معلوم ہو اسی طرح "منکر" ہر وہ فعل ہے جس کی برائی عقل یا شرع سے معلوم ہو۔

(معجم مفردات قرآنی، راغب اصفہانی)

شریعت اسلام نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو واجب قرار دیا ہے اور اسلام کی عبادات میں اسے اہم قرار دیا ہے کیونکہ یہ اسلامی معاشرے میں تمام عبادات، قوانین، اخلاق، قواعد و اقدار کی محافظ ہے۔ اسی لئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو واجب عبادی قرار دیا۔ کیونکہ یہ ایسا عمل ہے جس کا مقصد انسان کی اصلاح اور اسے خدائے واحد کا پرستار بنانے کے لئے شریعت کی حمایت اور اس کی پابندی ہے۔ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر انبیاء کا فریضہ اور رسولوں کی ذمہ داری ہے ان پر یہ ذمہ داری بشریت کی اصلاح اور انہیں سیدھے راستے پر لگانے کے لئے عائد کی گئی ہے لہذا اس کے لئے قیام کرنا انبیاء کی راہ پر چلنا اور ان کے مشن کو آگے بڑھانا ہے۔ اس کام یعنی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعہ تبلیغ رسالت کا کام پورا ہوگا، اسی

کے ذریعہ گمراہوں کی ہدایت ہوگی اور انسان عمل خیر کی راہ پر لگے گا، شر و فساد کا خاتمہ ہوگا۔ اسی کے ذریعہ ظلم و جور، غلامی و بردہ داری کے خلاف بیداری و حرکت کی روح پروان چڑھے گی۔

اور چونکہ اس عبادی فریضہ کی تشریع کا ہدف، شر و فساد کا خاتمہ، فرد و معاشرہ کے حالات کو بدلنا اور معاشرہ میں نیکی و اصلاح کی تحریک چلانا ہے اس لئے غایت تشریع صرف اس میں منحصر ہے کہ اس فریضہ کے اہداف پورے ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر واجب کفائی ہے۔

واجب کفائی وہ واجب ہے جس کی تکلیف ابتداءً اور عمومی طور پر تمام مکلف مسلمانوں پر ہو اور اسے انجام دینے کی ذمہ داری ہر ایک کی اور عام ذمہ داری ہو اور جب بعض افراد امت اسے انجام دے دیں اور اس کے اہداف کو پورا کر دیں تو دوسروں سے تکلیف ساقط ہو جائے گی اور مسئولیت ختم ہو جائے گی۔

البتہ اگر تمام افراد امت میں سے کوئی بھی اسے پورا نہ کرے اور اس اہم فریضہ و ذمہ داری کو ادا نہ کرے تو ترک فریضہ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر جیسے واجب کی عدم ادائیگی اور حیات بشری میں کامل طور سے اس کے اہداف پورے نہ ہونے پر تمام افراد گناہ گار و لائق سرزنش و بازپرس ہوں گے۔ اس طرح سے یہ ایسا واجب ہے کہ اگر بعض افراد اس کیلئے قیام کریں تو باقی افراد سے ساقط ہو جائے گا۔

حدیث شریف میں امام حسن عسکری علیہ السلام سے وارد ہے آپؑ نے

اپنے آبائے طاہرینؑ کے سلسلے سے پیغمبر اسلامؐ سے روایت کی ہے :-

"لقد اوحی اللہ الی جبرئیل وامرہ ان یخسف ببلد یشتمل علی الکفار والفجار، فقال جبرئیل یا رب اخسف بہم الافلان الزاھد لیعرف ماذا یامرہ اللہ فیہ فقال اخسف بفلان قبلہم فسال ربہ فقال' یا رب عرفنی لم ذالك وھو زاھد عابد قال: مکنت لہ واقدرتہ فھولا یامر بالمعروف ولاینھی عن المنکر، وکان یتوفر علی حبھم فی غضبی فقالوا : یا رسول اللہ فکیف بنا ونحن لانقدر علی انکار ماتشاھدہ من منکر ؟ فقال رسول اللہ (ص) لتامرن بالمعروف ولتنھن عن المنکر، اولیعمنکم عذاب اللہ، ثم قال من رأی منکم منکرا فلینکر بیدہ ان استطاع فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ فحسبہ ان یعلم اللہ من قلبہ انہ لذلك کارہ"

(الحرالعاملی، الوسائل ج ۶ ص ۴۰۷، ط ۲)

"خداوند عالم نے جبرئیلؑ کے پاس وحی کی اور انھیں حکم دیا کہ ایک شہر جو کفار اور بدکاروں پر مشتمل ہے اسے تباہ کر دیں' عرض کیا پروردگارا ! فلاں زاہد کو چھوڑ دوں گا تاکہ وہ یہ جان لے کہ اس کے بارے میں خدا نے کیا حکم دیا ہے' حکم خدا ہوا' اسے پہلے ہلاک کرو۔ جبرئیلؑ نے خدا سے عرض کیا بارالہا ! اس کی وجہ کیا ہے جب کہ وہ عابد و زاہد ہے فرمایا میں نے اسے قدرت وامکان عطا کیا تھا لیکن وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر نہیں کرتا تھا اور میرے غضب میں لوگوں کی محبت و دوستی کا خواہاں تھا یہ سن کر لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہؐ

ہمارا کیا حال ہوگا؟۔ ہم تو منکر کے دور کرنے پر قادر نہیں ہیں تو آپؐ نے فرمایا
تم ضرور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرو ورنہ سب پر عذاب ہوگا کوئی باقی نہ
بچے گا۔ پھر فرمایا تم میں سے جو بھی منکر دیکھے اسے ہاتھ سے دفع کرے اگر یہ ممکن
نہ ہو تو زبان سے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل سے۔ اس کے لئے یہی کافی ہے
کہ خدا جانتا ہے کہ اس کا دل ناگوار سمجھتا ہے"۔

اور امام علی علیہ السّلام نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا وصف بیان
کرتے ہوئے فرمایا:۔

اعتبروا ایھا الناس بما وعظ اللّٰہ بہ اولیائہٗ من سوء
ثنائہ علی الاحبار، اذ یقول "لولا ینھاھم الربانیون والاحبار
عن قولھم الاثم" وقال "لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی
لسان داؤد وعیسیٰ بن مریم ذالک بما عصوا وکانوا یعتدون۔ کانوا
لا یتناھون عن منکر فعلوہ لبئس ما کانوا یفعلون"۔

وانما عاب اللّٰہ ذالک علیھم لانھم کانوا یرون من الظلمۃ
المنکر والفساد فلا ینھونھم عن ذالک رغبۃ فیما کانوا ینالون منھم،
ورھبۃ مما یحذرون واللّٰہ یقول: "فلا تخشوا الناس واخشونِ"
وقال "المومنون بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف و
ینھون عن المنکر"۔

فبدأ اللّٰہ سبحانہ بالامر بالمعروف والنھی عن المنکر فریضۃ
منہ لعلمہ بانھا اذا أدیت واقیمت استقامت الفرائض کلھا
ھینھا وصعبھا، وذالک ان الامر بالمعروف والنھی عن المنکر دعاء

الی الاسلام مع رد المظالم، ومخالفۃ الظالم، وقسمۃ الفئ و والغنائم، واخذ الصدقات من مواضعھا ووضعھا فی حقھا۔"

"لوگو! خدا نے جس بات سے اپنے اولیاء کی نصیحت کی ہے اس سے عبرت حاصل کرو، اور وہ یہ ہے کہ اس نے احبار (یہودی علماء) کی مذمت کی ہے خدا فرماتا ہے " ربانیون واحبار (یہودی علماء) لوگوں کو گناہ کی بات سے کیوں نہیں روکتے۔"

اور فرماتا ہے " بنی اسرائیل میں سے جنھوں نے کفر اختیار کیا ان پر داودؑ اور عیسیٰؑ ابن مریمؑ کی زبان سے لعنت کی گئی، وہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور سرکشی کرتے تھے، وہ برائی سے باز نہیں آتے تھے۔ کتنا برا کام تھا وہ جسے انجام دیتے تھے۔ اللہ نے ان کی مذمت کی اس لیے کہ وہ ظالموں سے برائی اور فساد دیکھتے تھے لیکن ان سے پانے کی امید اور ان سے ضرر پہونچنے کے خوف سے انھیں روکتے نہیں تھے حالانکہ خدا فرماتا ہے کہ " لوگوں سے مت ڈرو صرف مجھ سے ڈرو۔"

اور فرمایا۔" مومنین ایک دوسرے کے ولی ہیں وہ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔"

خداوند عالم نے اپنی طرف سے فریضہ کی ابتداء امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے اس لئے کیا کہ اسے علم تھا کہ جب یہ فریضہ ادا کیا جائے گا تو تمام فرائض خواہ یہ آسان ہوں یا مشکل، قائم رہیں گے وہ اس طرح کہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر صاحبان حقوق تک ان کے ضائع شدہ حقوق کی واپسی، ظالم کی مخالفت، مال فئ (یعنی وہ مال جو بغیر لشکر کشی کے ہاتھ آئے) و غنیمت کی صحیح تقسیم، اور

صدقات کو ان کے مقام سے لیکر مستحقین تک پہونچانے کے ساتھ ساتھ اسلام کی طرف دعوت دینا بھی ہے۔"

(وسائل حر عاملی ـــــ ج ۶ ص ۴۰۲، ط ۲)

امام محمد باقر علیہ السلام نے اسی مقدس فریضہ کے بارے میں ارشاد فرمایا:ـــ

"یکون فی آخر الزمان قومٌ یتّبع فیھم قوم مراؤون" الی ان قال "ولو اضرّت الصّلاۃ بسائر ما یعملون باموالھم وابدانھم لرفضوھا کما رفضوا أسمی الفرائض واشرفھا، ان الامر بالمعروف والنھی عن المنکر فریضۃ عظیمۃ بھا تقام الفرائض، ھنالك یتم غضب اللّٰہ عزّ وجلّ علیھم فیعمھم بعقابہ فیھلك الابرار فی دار الاشرار، والصّغار فی دار الکبار، ان الامر بالمعروف والنھی عن المنکر سبیل الانبیاء ومنھاج الصّلحاء، فریضۃ عظیمۃ بھا تقام الفرائض وتأمن المذاھب وتحل المکاسب وترد المظالم وتعمر الارض وینتصف من الاعداء، ویستقیم الامر۔"

"آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جس میں دکھاوے والی جماعت کی پیروی کی جائے گی۔ آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں، اگرچہ ترک صلوٰۃ مال و بدن سے کئے گئے تمام اعمال کو نقصان پہونچائے پھر بھی لوگ اسے چھوڑ دیں گے جسطرح اعلیٰ واشرف ترین فریضہ کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہوگا۔ "امر بالمعروف ونہی عن المنکر اتنا عظیم فریضہ ہے جس کے ذریعہ تمام فرائض قائم رہیں گے اس وقت ان پر غضب خداوند نازل ہوگا اور سب پر عقاب نازل ہوگا۔ بُرے کے گھر میں

نیکوکار اور بڑوں کے گھر میں چھوٹے ہلاک ہوں گے"۔ (امر بالمعروف ونہی عن المنکر انبیاء کا راستہ اور صُلحاء کا طریقہ ہے یہ ایسا عظیم فریضہ ہے جس کے ذریعہ دیگر فرائض قائم، راہیں محفوظ، کمال حلال، حقوق واپس، اور زمین آباد ہوتی ہے۔ دشمنوں سے انصاف حاصل کیا جاتا ہے اور حالات درست ہوتے ہیں) —

(وسائل حرعاملی ج۶ ص۳۹۴ ط ۲)

گذشتہ بیان سے ہمارے لئے اس عبادی فریضہ کی اہمیت واضح ہوتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ شریعت اسلام نے اس کے وجوب کی تاکید، اس کے نفاذ اور پابندی کی شدید خواہش کیوں کی ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ فریضہ ایک فعال رسالتی ذریعہ ہے جس سے اسلامی رسالت فرد اور معاشرہ کی تعمیر میں مدد حاصل ہوتی ہے اور یہ ایسا قانونی و متوجہ کن وسیلہ ہے جو اسلامی معاشرہ کو تخریبی و انہدامی وسائل کے مقابل میں محفوظ رکھتا ہے ۔

دورِ حاضر میں جب کہ ہم امت اسلامیہ کے حالات، اس کی پستی کے اسباب اور اس کے اندر انحرافی واقعات کی جائے پیدائش و تاریخ کو ملاحظہ کر رہے ہوتے ہیں تو اس فریضہ کی اہمیت اور بڑھ جاتی ہے ۔

اگر ہم اس ذمہ داری کو ادا کر رہے ہوتے اور اس کی ادائیگی کی خاطر ایک دوسرے کے شانہ بہ شانہ اُٹھ کھڑے ہوتے تو فساد و انحراف اس حد تک نہ بڑھتا اور اُس پہلی فرصت میں ہی جب کہ ہماری مقدس سرزمین میں یہ خبیث پودا اُگا تھا اسے جڑ سے اکھاڑا جا سکتا تھا ۔

لیکن اس فریضہ کی ادائیگی کے سلسلے میں ہماری غفلت اور اس بڑی

ذمہ داری کی انجام دہی کے بارے میں ہی ہماری سستی نے اصلاح و تعمیر کے بہترین مواقع ضائع کر دیے، اور فساد و انحراف کی نشو و نما، پھیلنے اور اس حد تک بڑھنے کی راہ ہموار کر دی کہ حیات اسلامیہ کے آثار و علامات مٹ گئے، اب اصلاح اور تبدیلیٔ حال ایک دشوار کام اور مشکل مرحلہ بن گئی البتہ انحراف و فساد ایسا مسلم الثبوت امر ہے جس پر نسلوں کی تربیت ہوئی ہے اور معاشرے نے اپنا وجود مرتب کیا ہے یہاں تک کہ تبدیلی و اصلاحِ حال کا کام اجنبی سا لگتا ہے فساد کے وجود اور اس کی نشر و اشاعت میں کوئی اجنبیت نہیں محسوس ہوتی ــ اور جو شخص فساد و انحراف کو مٹانے کی دعوت دیتا ہے اس کے خلاف چہ میگوئیاں ہوتی ہیں، اس کی مخالفت کی جاتی ہے اسی کے ساتھ ساتھ کچھ جماعتیں، تنظیمیں اور حکومتیں اس اسلام سے برگشتہ سماجی حالت کی حمایت کرتی ہیں اور اس کا دفاع کرتی ہیں۔ نیز اسے امت اسلامیہ پر مسلط کیا گیا ہے تاکہ معاشرہ ان منحرف اطوار سے مانوس ہو جائے اور قدم بہ قدم و مرحلہ وار انھیں قبول کرے نتیجہ میں اس سماجی و تہذیبی حالت کے اثر سے مدہوش ہو جائے جو زندگی کے دائرہ کو تشکیل دیتا ہے۔

لیکن یہ بات بھی بھولنا نہیں چاہیے کہ گو فساد پھیل چکا ہے، سرکش و ظالم طاقتیں مسلط ہو چکی ہیں، اور فرزندان مسلمین کا بڑا حصہ خاموش ہے پھر بھی اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ امت مسلمہ کا ضمیر مردہ ہو چکا ہے، شعور ختم اور تاثیر و تبدیلی کے دروازے بند ہو چکے ہیں بلکہ آج جو شخص بھی امت اسلامیہ کی نفسیاتی، سیاسی اور فکری حالت کا مطالعہ کرے گا وہ اس کے اندر غم و غصہ کے عوامل کا مشاہدہ کرے گا اور بیزاری و احتجاج کی آواز سنے گا۔ تغیر و اصلاح

کی حرکات کو ملاحظہ کرے گا جو اسلام کی طرف بازگشت کی اور زندگی اور انسانی تہذیب کو شریعت و طریقۂ اسلام کی بنیاد پر تعمیر کرنے کی آواز دے رہی ہیں۔

اور باوجود اس کے کہ دشمنان اسلام کی بے پناہ کوشش یہ رہی ہے کہ اسلام کے بدلے جدید نظریات دینے، اصول ایجاد کر کے روح شعور کو ختم اور نور کے سرچشموں کو بند کر دیا جائے لیکن ان کوششوں کو کامیابی نصیب نہ ہو سکی اور نہ یہ کوششیں اس فکری، نفسیاتی اور تشریعی خلا کو پُر کر سکتی ہیں۔ جس کا مسلمان احساس کر رہے ہیں اور نہ اس بد تر اجتماعی حالت کی تبدیلی و اصلاح پر قادر ہو سکتی ہیں جس سے مسلمان سخت پریشانی میں ہیں کیونکہ ان میں ذاتی طور پر نہ اصلاح کی روح موجود ہے نہ ان کا مقصد ہی اصلاح ہے بلکہ انھیں خاص کر ہماری اسلامی دنیا کے لئے اس لئے بروئے کار لایا گیا ہے۔ تاکہ امت اسلامیہ کی پیش رفت و ترقی کو روک دیا جائے اور مسلمانوں کے عقائدی و تہذیبی عمارت کو بنیاد سے گرا دیا جائے۔

امر و نہی اور آزادی

ہماری اسلامی دنیا شرقی و غربی افکار کے سیلاب سے بہت زیادہ حد تک متاثر ہوئی ہے اور اتنی زیادہ متاثر ہونے کی وجہ دو جوہری نقطوں میں پوشیدہ ہے۔ اور وہ یہ ہیں:۔

(۱) ان افکار و مفاہیم کو مسلمانوں نے بلا سمجھے بوجھے اور بغیر پختہ فکری ادراک کے قبول کر لیا ہے کیونکہ مسلمان ثقافت اور سیاسی و اجتماعی

آگاہی کے میدان میں فکری خلاء رکھتے تھے جس کی وجہ سے بآسانی اس سیلاب کی زد میں آگئے، اور ان افکار و مفاہیم کے اندر کی کمزوری و پستی پوشیدہ رہی

(۲) اجنبی فکر و ثقافت سے متأثر ہونے والوں کا نفسیاتی بحران۔ یعنی خود احساس کمتری میں مبتلا ہیں اور ان ثقافت و افکار کی برتری کا احساس رکھتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اس تباہ شدہ جماعت کا موقف ایسے سلبی انداز کا ہوگیا ہے جس نے اس جماعت کو تنقید، توضیح طلبی، اور چھان بین کے بدلے تسلیم و قبول کی منزل پر لا کھڑا کیا ہے۔

اور کچھ دوسرے قضیے بھی ہیں جو اس فکری سیلاب کی اہمیت کو تشکیل دیتے ہیں وہ یہ کہ:۔ "ان تک پہونچنے والے اجنبی افکار و مفاہیم اور اپنے عقیدہ و ضابطۂ حیات کے درمیان فکری تناقض کا اِدراک نہیں کر پا رہے ہیں۔ نتیجہ میں وہ انھیں نظریات کے حامل ہو گئے، اس کی دعوت دیتے ہیں اور اس کے لئے آواز بلند کر رہے ہیں اور اس بات سے بے خبر ہیں کہ یہ ان اسلامی اقدار و مفاہیم اور تہذیب کے لئے خطرناک ہیں جن کا مقصد انسان اور زندگی کی تعمیر ہے"۔

انھیں مفاہیم میں سے جنھیں اکثر فرزندان اسلام نے بغیر سوجھ بوجھ اور بلا ادراک و شعور کے لئے لیا ہے "بے بنیاد آزادی" کا مفہوم ہے جس کی بنیاد پر یورپ نے اپنے معاشرے اور زندگی کی عمارت قائم کی۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی تمام اخلاقی، اجتماعی، سیاسی اور اقتصادی خرابیوں اور بیماریوں کے ساتھ "سرمایہ داری" وجود میں آئی اور اس وقت صلیبی مسلح یورپ

نے ہمارے عالم اسلامی پر قبضہ کر لیا اور دنیائے اسلام سے فکری جنگ چھیڑ دی اور اسلامی معاشرے کو ختم کرنے اور اس کے بلند و بالا عمارت کو گرانے کی خاطر صلیبی قائدین نے اپنے بیمار معاشرے کے جراثیم کو مسلمانوں کے معاشرے میں منتقل کرنے کی مسلسل کوششیں کیں اس وقت یورپی آزادی کا مفہوم مسلمانوں کے یہاں بھی آگیا۔

"وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا" (النساء آیت۔۸۹)

"ان کی خواہش ہے کہ تم بھی کافر ہو جاؤ جس طرح وہ کافر ہو گئے ہیں۔"

آزادی کا مفہوم بذات خود ایک دل پسند مفہوم ہے۔ بلکہ یہ انسانیت کا جوہر ہے اور حیات انسانی کی سب سے بلند شئی ہے۔

ہم جس وقت کہ یورپی آزادی کے مفہوم پر تنقید کر رہے ہوں گے تو اس سے مراد وہ آزادی نہیں ہوگی جو خود ارادی، اختیار پر قدرت، غلامی، ظلم اور پابندی کی زنجیروں کو توڑ دینے کے معنی میں ہے بلکہ ہم اس مفہوم آزادی سے بیزاری اختیار کرتے ہیں جو فکری، عملی اور اجتماعی۔ لاقانونیت کے ہم معنی ہے جس نے انسانیت کو آلام و مصائب میں مبتلا کر رکھا ہے۔

یقیناً وہ روش جس کے ذریعہ انسانی ذمہ داری اور ادائیگی فرض سے فرار اختیار کرے اسے آزادی کہنا درست نہیں ہے بلکہ وہ "لاقانونیت" اور "بے مہار آزادی" ہے

اسلام میں حریت کا مفہوم یہ ہے کہ (انسان کو تصرف اور ایسے اجتماعی موقف کو اختیار کرنے کا حق دیا جائے جو زندگی کی قدروں اور اس کے بہترین اہداف سے باہر نہ ہو۔

چنانچہ زندگی کے کچھ نظام اور قوانین ہیں جن پر اس کی بنیاد رکھی جاتی

ہے اور اس کے کچھ اہداف و مقاصد ہیں جن کے حصول کی کوشش کی جاتی ہے اور انسان کی زندگی کی رفتار اس وقت تک منظم اور درست نہ ہوگی۔ جب تک کہ ان قوانین کی پابندی اور حفاظت نہ کی جائے اسی لئے انسان پر لازم ہے کہ نظام حیات کی حفاظت اور اس کے نمو و شادابی کے تحفظ کے لئے ان نظام و قوانین کی پابندی کرے اور آزادی کی آڑ لے کر تخریب کاری اور ان قوانین سے تجاوز نہ کرے اس صورت میں انسان کا رویہ اور اس کا برتاؤ سماج کے اندر اور خود اپنے ساتھ ایسا ہونا ضروری ہے۔ جو ان اصول و قوانین کے حدود میں ہوں۔

اور ان اصول و قوانین کے حدود میں ہی انسان کو تصرف اور اختیار و موقف کا حق دینا مفہوم سلیم کے لحاظ سے "آزادی" ہے۔

اسلام نے آزادی اور ان اصول و قوانین کے درمیان جن پر تہذیبی اور حیاتی عمارت قائم ہے۔ ایک قانونی و اخلاقی طور پر منظم رابطہ قرار دیا ہے اس نے بنیادی طور سے انسانی عمل کی تین قسمیں قرار دی ہیں تاکہ انسان درست نظریہ حاصل کر سکے اور اختیار موقف اور اپنی جائز آزادی کے استعمال کے وقت امتیاز کا ذریعہ اس کے ہاتھ آ سکے۔ اور وہ اقسام یہ ہیں:۔

(۱) **حرام:۔** یہ وہ عمل ہے جس کا انجام دینا انسان کے لئے جائز نہیں ہے اور اسے بجا لانے کا اسے نہ حق ہے نہ آزادی' چاہے انفرادیت صورت میں ہو یا اجتماعی۔ کیونکہ اسے انجام دینا نظام حیات سے بغاوت اور انسانی سعادت کے خلاف تخریب کاری ہے جیسے سود' ذخیرہ اندوزی' ملاوٹ کے ذریعہ دھوکہ دہی' زنا' شراب خوری اور جھوٹ وغیرہ۔ اس لئے

کہ یہ بات معقول نہیں ہے کہ "اسلام" جو زندگی کے تحفظ اور سعادت انسانی کی حفاظت کے لئے آیا ہے۔ نظام حیات سے بغاوت اور اس کی تخریب کاری کی اجازت دے۔

(۲) واجب:- چونکہ حیات انسانی کی بہترین عمارت اس وقت تک تکمیل کو نہیں پہونچ سکتی جب تک انسان زندگی اور اسکے مفردات کو اس کی طبعی حرکت و نمو کے قانون کے مطابق مستحکم کرنے کی پابندی نہ کرے اس لئے ضروری تھا کہ جب تک بنائے حیات میں عُنصر حرکت باقی ہے فرد کو اس فریضہ کا مکلف بنایا جائے کیونکہ انسان کا اپنے فرض اور ذمہ داری سے غفلت برتنا اس عمارت کو گرا دینا ہے اسی لئے، اسلام نے واجب کا مکلف بنایا اور اسے ادائے واجب کے لئے، حقِ اختیار اور آزادی نہیں دی۔ البتہ وہ صورت مستثنیٰ ہے جب کہ آدمی ادائے فرض سے عاجز ہو۔

(۳) حلال:- (مباح، مستحب، مکروہ) اسلام کی رائے میں یہی تیسری قسم آزادیٔ اختیار کا طبعی میدان ہے۔ یہ حیات انسانی میں وسیع المجال ہے۔ اسلام نے اس میدان میں انسان کو کسی طرح کا پابند نہیں رکھا ہے اور ان افعال کے بجالانے میں کسی قسم کی دخل اندازی نہیں کی البتہ وہ صورت مستثنیٰ ہے جبکہ ان کی انجام دہی سے فرد یا معاشرہ کو نقصان پہونچتا ہو اور حدِ شرع سے باہر ہو جائیں۔

چنانچہ انسان تفکیر و تعلیم، انتخاب نوعیت کار و فن، زن و شو، اور اقامت و سفر کے اختیار کرنے میں آزاد ہے جب تک حد مقرر سے باہر نہ ہو اور "وہ حد فعلِ واجب و ترکِ حرام ہے" اور قانونِ اسلامی کسی کو فرد کے

مخصوص کاموں میں جبکہ وہ جائز افعال کو انجام دے رہا ہو دخل اندازی کا حق نہیں دیتا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ انسان کی شخصی آزادی "حلال" کے دائرہ میں محدود ہے اور اس سے ہم امر و نہی اور آزادی کے درمیان کا ربط معلوم کر سکتے ہیں۔ کیونکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر حدود واجب و حرام میں محدود ہے امر بالمستحب و نہی از مکروہ مستحب ہے۔ (امام خمینی تحریر الوسیلہ ج ۱ ص ۴۶۳)

جب کوئی شخص یا جماعت عقیدہ، قانون اور اخلاق کے اصولوں سے باہر ہو جائے گا تو منحرف افکار و عقاید کو گلے لگائے گا یا حرام کام انجام دے گا۔ مثلاً شراب خوری، زنا، جھوٹ، سود، ذخیرہ اندوزی، جوا بازی، استعمال منشیات وغیرہ۔ اس وقت ہر مسلمان پر بنیادی طور سے واجب ہے کہ ان حرام کاموں میں آلودہ ہونے سے باز رہے۔ اب اگر بعض افراد مسلمین یا حکومت یا کوئی جماعت یا کوئی تنظیم اس حرام کاری اور فساد کے مقابلہ کے لئے قیام کرے تو باقی مسلمانوں سے تکلف ساقط ہو جائے گی لیکن اگر انحراف و فساد کو چھوڑ دیا گیا اور کوئی اس کے مقابلہ کے واسطے قیام نہ کرے تو ہر وہ شخص مستحق بازپرس ہوگا جسے اس فساد و انحراف کا علم ہو اور قدرت ہوتے ہوئے خاموش رہا اس وقت اس شخص کو جو حرام کا مرتکب ہو رہا ہے یہ حق نہیں ہے کہ شخصی آزادی کی آواز بلند کرے۔ اور نہ کسی کو یہ حق ہے کہ شخصی آزادی کی آڑ لیکر بازداشت اور مقابلہ پر اعتراض کرے کیونکہ آزادی کا مطلب نظام حیات کے خلاف سرکشی اور زندگی کے بہترین مقاصد کی تخریب نہیں ہے۔ ان منحرف افراد کو ان کی بیمار خواہشات کی رو پر چھوڑ دینے کا مطلب شر و فساد کو پورے معاشرے میں بڑھا دینا ہے اور ان افراد کو فساد پھیلانے اور دوسروں کو ضرر پہنچانے کی قدرت

دینا ہے۔ کیونکہ سماج میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو سماج سے الگ اور منفرد ہو بلکہ معاشرہ افراد کے مجموعے کا نام ہے جن کے درمیان رابطے اور تعلقات کی مضبوط ڈور ہوا کرتی ہے۔ لہذا جب بھی کوئی بیماری سماج کے کسی ایک فرد کو لگے گی تو اس کا خطرہ دوسرے افراد تک بھی پہونچے گا جس طرح سے جسم انسانی میں اگر کسی عضو کو بیماری لاحق ہو جائے اور اس کے دفعیہ کی کوشش نہ کی جائے تو دوسرے اعضاء تک اس کے جراثیم کے پھیلنے کا خطرہ ہو جاتا ہے کیونکہ جو شخص بُرے افعال کو انجام دے رہا ہے اور جرائم و مفسدات کر رہا ہے فقط اسی تک ان کے بُرے نتائج محدود ہوں یہ ممکن ہی نہیں ہے مثلاً جو شخص شراب پیتا ہے وہ اپنے اور اپنے خانوادے کے افراد نیز سماج کے اوپر ظلم کر رہا ہے۔ اپنی صحت کو تباہ کر رہا ہے اور اپنی جسمانی و اعصابی قوت کو فنا کر رہا ہے۔ وقت اور مال کو فضول خرچ کر رہا ہے اور اقتصادی پیداوار نیز سماج کے اندر اجتماعی و اخلاقی روابط کو نقصان پہونچا رہا ہے علاوہ بریں ان جسمانی بیماریوں کو دے رہا ہے جو شراب نوشوں اور عادی نشہ بازوں کو لاحق ہوتی ہیں اور وراثتاً ان کی اولادوں تک منتقل ہوتی ہیں جس کے نتیجہ میں جسمانی راہ سے جنایت اثر ان تک پہونچتا ہے اسی کے ساتھ ساتھ فقر و فاقہ و محرومی جیسے معاشی و اخلاقی نقصانات ہیں جو نشہ باز کے خانوادہ کو لاحق ہوتے ہیں۔

اسی طرح جو شخص زنا کرتا ہے اس کے گناہ کا اثر اسی تک محدود نہیں رہتا بلکہ یہ بہت سی خطرناک جسمانی بیماریوں کا سرچشمہ ہے اور غیر شرعی اولاد کے عالم وجود میں آنے کا سبب ہے جو باپ، خانوادہ اور ان کی شفقت

سے محروم ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ محروم، تباہ، اور مجرمانہ زندگی بسر کرتے ہیں
یہی حال ہر اس کام کا ہے جسے قانون واخلاق کی قیود سے آزاد افراد
انجام دیتے ہیں کیونکہ اس کے بُرے نتائج اور تخریبی آثار جنایت کرنے
والے کی حد تک نہیں رہتے ــ یہی حال واجبات اور اجتماعی ذمہ داریوں کے
ترک اور ان سے غفلت برتنے کا ہے ۔ چنانچہ جو شخص نماز ترک کرتا ہے
یا خمس و زکوٰۃ ادا نہیں کرتا یا اپنی اولاد کی تربیت پر توجہ نہیں دیتا یا اپنے
شوہری و عائلی واجبات کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے یا سماج کے اندر
اپنے فرائض کو اخلاص و دیانت داری سے پورا نہیں کرتا ایسا شخص نظام زندگی
سے کھیل کرتا ہے اور دوسروں کے حقوق کو ضائع اور اپنے فرائض کو پورا کرنے
میں کوتاہی کرتا ہے..... ــ اس لئے افراد، تنظیموں اور صاحبان اقتدار
پر لازم ہے کہ ایسے لوگوں کو "امر بالمعروف" کے ذریعہ راہ راست پر لائیں
اور واجبات کی ادائیگی کے لئے آمادہ کریں یا اگر ممکن ہو تو ان فرائض کی
ادائیگی کے لئے انھیں مجبور کریں ــ یہ راہ راست پر لانا بلکہ انھیں مجبور کرنا
فرد کے ذاتی کاموں میں مداخلت اور اس کی آزادی کو ٹھیس پہونچانا نہیں
ہے بلکہ یہ عین آزادی ہے ــ یہ ایسا کام ہے جس کا مقصد قانون و بہتری
کی حفاظت ہے ۔

کیونکہ قانون واخلاق کے ناپید ہو جانے، لاقانونیت، بے نظمی اور
فساد پھیلنے کا مطلب انسان کی آزادی کو تباہ کرنا، اور زندگی میں اس کے شخصی
حق کو پائمال کرنا ہے ۔

مرسل اعظم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "منحرف آزادی"

اور سماج و انسانیت کی "سلامتی و بہتری" کے درمیان پائے جانیوالے رابطے کو اس انداز میں بیان فرمایا ہے :-

"ان مثل القائم علی حدود اللّٰہ والواقع فیھا کمثل قوم استھموا علی سفینۃ فاصاب بعضھم اسفلھا وبعضھم اعلاھا فکان الذین فی اسفلھا اذا مروا علی من فوقھم قالوا لو خرقنا فی نصیبنا خرقاً فنخرج منہ الماء ولا نوذی من فوقنا۔ فان ترکوھم ھلکوا جمیعاً .... وان اخذوا علی ایدیھم نجوا۔"

"خداوند عالم کے حدود کی پابندی کرنے والے اور توڑنے والے کی مثال اس جماعت کی سی ہے جو کسی کشتی پر سوار ہوئے ہوں۔ بعض کو نچلے حصہ میں جگہ ملی ہو اور بعض کو اوپری حصوں میں، تو جو لوگ نچلے حصہ میں ہوں وہ اوپر والوں کے پاس سے گذرتے ہوئے کہیں کہ ہم اپنے حصہ میں سوراخ کردینگے تاکہ اس سے پانی نکالیں اور اوپر والوں کو ہم کوئی تکلیف نہ پہونچائیں گے اس صورت میں لوگ اگر انھیں آزاد چھوڑ دیں تو سب ہلاک ہوجائیں گے اور اگر انھیں روک دیں اور سوراخ نہ کرنے دیں تو سب نجات پائیں گے۔"

اس حدیث شریف نے فرد اور جماعت کے درمیان مضبوط رابطہ قرار دیا ہے اور انسانی کردار کے میدان میں انفرادیت و اکیلاپن کی نفی کی ہے اور خداوند عالم نے کتنا درست فرمایا ہے :-

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۔

(انفال۔۲۵)

"اور اس فتنہ (عذاب) سے ڈرو جو صرف انھیں لوگوں کو نہیں پہونچے گا

جنھوں نے ظلم کیا ۔ اور یہ جان لو کہ اللہ سخت عقاب کرنیوالا ہے"۔

اسی لئے "امر بالمعروف" منحرف سماج اور فرد کو جرم، بے راہ روی، اور فساد سے محفوظ رکھنے کے لئے امت اسلامیہ پر واجب کفائی ہے۔

نبی انسانیت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی وضاحت اس طرح کی ہے :-

"لاتزالُ امتی بخیر ما امروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وتعاونوا علی البر، فاذا لم یفعلوا ذالک نزعت منھم البرکات وسلط بعضھم علی بعض ولم یکن لھم ناصر فی الارض ولا فی السماء"۔ (وسائل الشیعہ ج ۶ ص ۳۹۸ ط ۲)

یعنی میری امت اس وقت تک خیر و خوبی سے رہے گی جب تک وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور نیک کام پر ایک دوسرے کا تعاون کرتی رہے گی ۔ جب اس عمل کو لوگ ترک کردیں گے تو ان سے برکتیں چھین لی جائیں گی اور ایک دوسرے پر مسلط ہو جائیں گے اور زمین و آسمان میں کوئی ان کا ناصر و مددگار نہ رہے گا"۔

یہی وجہ ہے کہ خدا نے بھی مومنین کا وصف اس طرح بیان کیا ہے :-

"والمومنون والمومنات بعضھم اولیاء بعض یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر"۔ (توبہ ــ ۷۱)

"مومنین و مومنات ایک دوسرے کے ولی ہیں ۔ وہ نیکی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں"۔

امر و نہی اور تبدیلی و اصلاح

اسلامی پیغام ایک ایسا تبدیلی لانے والا پیغام ہے جس کا مقصد جاہلیت کے وجود کو ختم کر دینا اور فرد و معاشرے کی زندگی سے ہر طرح کے انحراف و فساد کو مٹا دینا ہے تاکہ انسان کی فکری، روحی و عملی تعمیر کی جا سکے اور معاشرہ کو قانونی، اخلاقی اور روحانی انداز سے منظم کیا جا سکے۔

اور اسلام نے فرد و معاشرے کی تعمیر، زندگی اور تہذیب و تمدن کی صورت معین کرنے پر ہی اکتفا نہیں کی ہے بلکہ ضمانات اور حفاظت کے مسائل وضع کئے، جو اس تعمیر کو گھرنے سے محفوظ رکھتے ہیں اور شرعی طور پر احتیاطی تدابیر اختیار کیں جو معاشرے کی عمارت گر جائے یا معرض خطر میں ہونے کی صورت میں اس کی دوبارہ تعمیر میں ہاتھ بٹاتی ہیں۔

ان احتیاطی تدابیر میں سب سے اہم واجب نیکی کا حکم دینا اور معاشرہ میں بُرائی اور انحراف پھیلنے سے روکنا اور معاشرے کی عمارت کو خالص اسلامی بنیادوں پر استوار کرنا ہے اسی لئے حدیث نبویؐ نے اس کی صفت یہ بیان کی کہ یہ ایک تبدیلی لانے والا عمل ہے جس کا مقصد فرد و معاشرہ کی فعلی تبدیلی ہے یہ موعظہ نہیں ہے جسے بیان کر دیا جائے۔

بلکہ یہ الزامی مزاج رکھنے والا شرعی قانون ہے جس کا ہدف فساد و کج روی کا جڑ سے اکھاڑ پھینکنا اور اس کی جگہ اسلامی روش کو قائم کرنا ہے

یہی وجہ ہے کہ یہ واجب کفائی عموم مسلمین سے اس وقت تک ساقط نہیں ہوتا جب تک تبدیلی نہ پائی جائے ولو بعض لوگوں نے اس کے لئے قیام ہی کیوں نہ کیا ہو اور اسی لئے اکثر مقامات پر احادیث نبویؐ نے بیان کیا ہے کہ یہ تغیری عمل ہے۔ ان میں سے کچھ حدیثوں کو ہم ذکر کر رہے ہیں:۔

"ومن رأی منکم سلطانا جائرا مستحلا لحرم الله ناکثا لعهد الله یعمل فی عباد الله بالاثم والعدوان فلم یغیر علیه بفعل ولا قول کان حقا علی الله ان یدخله مدخله۔"

(تاریخ کامل ابن اثیر ج ۴ ص ۴۸)

"تم میں سے جو شخص کسی ایسے ظالم حاکم کو دیکھے جو محرمات خدا کو حلال قرار دیتا ہو، اس کے عہد کو توڑتا ہو، بندگان خدا میں گناہ اور نافرمانی کے ساتھ حکومت کرتا ہو یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے فعل و قول کے ذریعہ اسے نہ بدلے تو خدا کو یہ حق ہوگا کہ اسے اس کے ٹھکانے پہونچا دے۔"

"ما اقر قوم بالمنکر بین اظهرهم لا یغیرونه الا اوشک ان یعمهم الله بعقاب من عنده۔"

(وسائل جلد ۶ ص ۴۰۸ ط ۲)

"جب بھی کوئی جماعت اپنے درمیان برائی کا اقرار کرلے اسے نہ بدلے تو سب پر خدا کی طرف سے عذاب نازل ہوگا۔"

"ان المعصیة اذا عمل بها العبد سرا لم تضر الا عاملها فاذا عمل بها علانیة ولم یغیر علیه اضرت بالعامة۔"

(وسائل جلد ۶ ص ۴۰۷)

"جب بندہ گناہ پر چھپ کر عمل کرے تو وہ فقط عمل کرنے والے کو نقصان پہنچائے گا۔ اور جب علانیہ اس پر عمل ہونے لگے اور اسے بدلا نہ جائے تو سب کو نقصان پہونچائے گا۔"

"لایحل لعین مومنة تری اللہ یعصی فتطرف حتی تغیرہ۔"

(وسائل جلد ۶ ص ۳۹۹)

"کسی مومن آنکھ کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کی معصیت ہوتے دیکھ کر نظر انداز کردے جب تک کہ اسے بدلے نہیں۔"

"ان اللہ لایعذب العامة بذنب الخاصة اذا عملت الخاصة بالمنکر سرا من غیر ان تعلم العامة، فاذا عملت الخاصة بالمنکر جهارا فلم تغیر ذالك العامة استوجب الفریقان العقوبة من اللہ عز وجل۔"

(وسائل ج ۶ ص ۴۰۷)

"خداوند عالم عام افراد کو معذب نہیں کرے گا اگر کچھ مخصوص لوگ پوشیدہ برائی کریں۔ پس جب یہ مخصوص افراد کھلم کھلا برائی کرنے لگیں اور عام افراد اسے نہ بدلیں تو دونوں فریق خدائی سزا کے مستحق ہونگے۔" اس طرح سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر ایک تغیری عمل ہے جس کا مقصد ایمانی عمارت کی حفاظت ہے اس لئے احادیث نبوی نے بھرپور کوشش کی کہ مسلمان کو اپنی ذمہ داری پوری کرنے پر آمادہ کرنے کے لئے اور معاشرہ میں ظہور فساد کے وقت اس کے استیصال وتبدیلی کی خاطر قیام کے لئے فکری ونفسیاتی فضا ہموار کریں اور مسلمانوں کے درمیان شعور وآگاہی کو ابھاریں ــــ چنانچہ

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے آپؑ نے اپنے آبائے طاہرین کے سلسلے سے پیغمبر اسلامؐ سے روایت کی ہے:۔

کیف بکم اذا فسدت نساؤکم وفسق شبابکم، ولم تامروا بالمعروف، ولم تنھوا عن المنکر؟ کیف بکم اذا امرتم بالمنکر ونھیتم عن المعروف؟ فقیل یا رسول اللہؐ ویکون ذلک قال نعم، وشر من ذالک کیف بکم اذا رایتم المعروف منکرا والمنکر معروفاً۔"

(وسائل جلد ۶ ص ۳۹۶، ط ۲)

"تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تمہاری عورتیں فاسد اور تمہارے جوان فاسق ہو جائیں گے اور تم نیکی کا حکم نہیں دو گے اور نہ برائی سے باز رکھو گے؟۔ اس وقت کیا عالم ہوگا جب برائی کا حکم دو گے اور نیکی سے منع کرو گے؟۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہؐ! کیا ایسا ہوگا؟ تو آپؐ نے فرمایا ہاں. اس سے بھی بدتر ہوگا۔ اس وقت تمہارا کیا عالم ہوگا جب تم دیکھو گے کہ اچھائی برائی بن چکی ہے اور برائی اچھائی۔"

اور نبیؐ نے فرمایا:۔

"ان اللہ عزوجل لیبغض المومن الضعیف الذی لادین لہ؟ قال الذی لاینھیٰ عن المنکر۔"

(وسائل ج ۶ ص ۳۹۷)

"خداوند عالم کمزور مومن کو دشمن رکھتا ہے جس کے پاس دین نہ ہو جو برائی سے نہ روکتا ہو۔"

اسی طرح سے بہت سی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جو فرد اور جماعت کو معاشرہ میں اصلاح پیدا کرنے اور تبدیلی لانے جیسے اہم فریضہ کے لئے قیام کرنے پر آمادہ کرتی ہیں۔

مسلمان جب اس اہم اصلاحی فریضہ کو انجام دیں گے تو اپنے سماج کو تخریبی عوامل سے محفوظ رکھ سکتے ہیں اور اسے تہذیبی و تعمیراتی نمو و شادابی کے عناصر عطا کر سکتے ہیں۔

★ ★ ★

"ان الامر بالمعروف والنهی عن المنکر سبیل الانبیاء و منهاج الصلحاء، فریضة عظیمة بها تقام الفرائض و تأمن المذاهب، و تحل المکاسب و ترد المظالم، و تعمر الارض، و ینصف من الاعداء ویستقیم الامر۔" (امام محمد باقر علیہ السلام)

"امر بالمعروف و نہی عن المنکر انبیاء کا راستہ ہے اور صلحاء کا طریقہ ہے یہ وہ عظیم فریضہ ہے جس کے ذریعہ فرائض قائم، راہیں محفوظ، کمائی حلال ہوتی ہے ظالم سے مظلوم کا حق حاصل کیا جاتا ہے، زمین آباد ہوتی ہے۔ اور دشمنوں سے انصاف لیا جاتا ہے اور امر استوار ہوتا ہے۔"

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے شرائط

جب امر بالمعروف و نہی عن المنکر ایسا عبادتی فریضہ ہے جس کے وجوب کا شارع مقدس نے حکم دیا ہے اور عقل نے جس کے ضروری ہونے کا ادراک کیا ہے تاکہ معاشرہ محفوظ رہے اور نظام حیات برقرار اور انسانیت کی بہتری باقی رہے اس لئے اسلام نے احکام و فرائض وضع کئے اور امر و نہی کے درجہ وار مراحل اور ان صلاحیتوں کو بیان کیا جن سے نیکی کا حکم دینے والا اور برائی سے روکنے والا کام لے سکے۔

ذیل میں ہم اس مقدس فریضہ کے واجب ہونے کے شرائط بیان کر رہے ہیں تاکہ ہم اپنے ان فرائض و واجبات سے آگاہ ہوں جن میں انسانیت کی اصلاح و بہتری ہے۔

(۱) امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے وجوب کے لئے شرط ہے کہ آمر و ناہی اتنی آگاہی رکھتا ہو کہ منکر و معروف کی تشخیص کر سکے اور ان افراد و جماعات کو جن کی اصلاح و ہدایت کا کام کر رہا ہے برائی سے دور رہنے پر متوجہ کرے یا نیکی کی پابندی کرنے پر آمادہ کرے اسی لئے ان افراد اور جماعتوں پر جو اس مہم کے لئے قیام کریں لازم ہے کہ وہ اسلامی ثقافت، جامعہ کے حالات افراد و جماعتوں کی حالت سے اعلیٰ درجہ کی واقفیت اور جانکاری رکھتے ہوں تاکہ ان اسباب و عوامل کو جان سکیں جو فساد و انحراف پیدا کرتے ہیں اور ان

فکری، عملی، نفسیاتی اور اجتماعی حالات سے آگاہ ہو سکیں جس کو وہ بدلنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

ورنہ اگر ان کے پاس احکام و قوانین شریعت کی اچھی جانکاری اور فساد کے اسباب، اس کی نشو و نما کے عوامل سے آگاہی اور اسلوب تغیر، اجتماعی تبدیلی لانے والے وسائل کی معلومات نہ ہوگی تو انحراف کو ختم کر کے اسلامی بنیادوں پر معاشرہ کی تعمیر ممکن نہ ہوگی جیسا کہ خداوند عالم کا فرمان ہے۔ "قُلْ هٰذِهٖ سَبِيلِيٓ اَدْعُوٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ"

(سورۂ یوسف آیت ۱۰۸)

"(اے پیغمبر) کہہ دیجئے میرا طریقہ تو یہ ہے کہ میں اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہوں اس حال میں کہ میں اور جو لوگ میرے پیرو ہیں دونوں مضبوط دلیل اور بصیرت رکھتے ہیں۔ خدا پاک و پاکیزہ ہے۔ اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں"

۲:- امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے شرط ہے کہ اثر انداز ہونے کی امید ہو۔ جو شخص برائی کرتا ہے یا نیکی کو ترک کرتا ہے اس پر اثر نہ کرنے کا احتمال ہو اور کوشش رائگاں جائے تو ایسی صورت میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا وجوب ختم ہو جاتا ہے۔

یہ بات ذہن میں رہنا ضروری ہے کہ بہت سے لوگ یہ خیال کر کے کہ اثر نہیں ہوگا اس واجب کی ادائگی سے دور بھاگتے ہیں حالانکہ انھوں نے شرائط کے پورا کرنے میں کوتاہی کی ہوتی ہے اسی لئے انسان مصلح کے لئے ضروری ہے کہ ہر ممکن و مشروع وسیلہ کے بارے میں غور کرے اور موثر نہ ہونے کا حکم لگانے سے پہلے اصلاح و تبدیلی کی اپنی عام طاقت کو آزمائے۔ البتہ وہ صورت مستثنیٰ ہے

جب کہ امر اتنا واضح ہو کہ غور و فکر کی ضرورت نہ ہو اور کوشش کرنا بے سود و بے فائدہ ہو۔ ہر ممکن طریقہ آزمانے کی بات اس لئے کہی گئی ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ تاثیر کی امید کسی ایسے معین اسلوب یا مخصوص طریقہ سے مربوط ہو جسے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والوں نے اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اصلاح و تغییر کے مخاطبین کی ذہنیت، ان کی آگاہی کے شرائط اور انحراف کے اسباب ہر ہر فرد ہر ہر جماعت اور زمانے زمانے کے لحاظ سے مختلف ہوا کرتے ہیں ایسی صورت میں متعدد وسائل کو کام میں لانا اور مختلف اسلوب اختیار کرنا مسلم کو امید تاثیر پر قانع کر دے گا اور اس اصلاحی ذمہ داری کی انجام دہی پر اقدام کرنے کے لئے آمادہ کریگا۔ اور کچھ دوسرے مسائل ہیں جن کی وجہ سے بہت سے مسلمانوں کو یہ تصور ہوتا ہے کہ اصلاح و تبدیلی کا فائدہ نہ ہوگا اور تاثیر ممکن نہیں ہے۔ اور وہ ہیں پست نفسیاتی حالات جو اس ذمہ داری کے لئے قیام کرنے والے کو لاحق ہوتے ہیں۔ جیسے ناامیدی نفس پر عدم اعتماد، دوسروں سے ہیبت زدہ ہونا، اور فساد کی زیادتی، انحراف کی شدت، اسلام مخالف و دین دشمن طاقتوں کی سرکشی کے سبب تاثیر پر قادر نہ ہونے کا احساس۔ نتیجہ میں ان نفسیاتی عوامل کی وجہ سے کمزوری اور تاثیر سے ناامید ہونے کے بعد اس ذمہ داری سے پیچھے رہتے اور باز رہتے ہیں۔

اور اس طرح سے یہ دونوں مشکلیں (اسلوب اور اصلاح کے لئے قیام کرنے والے کی نفسیاتی حالت) اس بنیادی سبب کو تشکیل دیتی ہیں جو اس مقدس فریضہ کے لئے قیام میں کوتاہی لاتا ہے اور اخلاقی، تہذیبی، اقتصادی سیاسی اور اجتماعی فساد کے انتشار اور مسلمانوں کے درمیان عبادتی واجبات کی عدم ادائیگی کے مقابل بہت سے لوگوں کے سکوت کا راز یہی ہے۔

اس لئے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی خاطر قیام کرنے والوں کا فریضہ ہے ذہن کو بیدار کرنے اور نفس کو آراستہ کرنے کی مہم کے لئے قیام کریں جو اس بیماری کا علاج ہے اور اس کی جڑ کو اکھاڑ پھینکے گی۔ اس سے عمدہ شعور پیدا ہوگا، عزم وارادہ بیدار ہوگا جس سے ہمتیں مضبوط اور تبدیلی پیدا کرنے کی نیت قوی ہوگی اور فساد کے خاتمہ، زندگی کی اسلامی بنیادوں پر تعمیر اور اسے قائم رکھنے کے لئے امت اسلام کی قوتیں منظم ہوں گی۔

۳:۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے وجوب کے لئے شرط ہے کہ جسے نیکی کا حکم دے رہا ہے یا برائی سے روک رہا ہے وہ ایسا شخص ہو جو محرمات کے انجام دینے یا واجبات کے ترک پر اصرار کر رہا ہو لیکن اگر ایسا شخص ہو جو اس پر اصرار نہ کرتا ہو بلکہ وہ خود ہی توبہ کرے اور رجوع کرے تو ایسے شخص کو امر بہ معروف یا نہی از منکر کرنا واجب نہیں ہے کیونکہ اس کی بنیادی غرض بغیر کسی کے قیام کئے ہی پوری ہوگئی۔

۴:۔ اس اصلاح وتبدیلی کے کام (امر ونہی) کے لئے شرط ہے کہ اس سے دوسرے شخص یا جماعت کو جو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کر رہے ہوں یا دوسرے مسلمانوں کو ایسا ضرر نہ پہونچے جو امر بالمعروف ونہی از منکر سے ہونے والے متوقع اصلاحی فائدہ سے بڑھ کر ہو۔

البتہ اگر اس کے لئے قیام کرنے والوں یا دوسروں کو جانی یا مالی نقصان (مثلاً قتل، قید، شکنجہ) کے بغیر اصلاح وتبدیلی ممکن نہ ہو تو مسلمان پر واجب ہے کہ قربانی دے اور اذیت ضرر اور سختی کو برداشت کر کے اصلاحی ومثبت نتائج حاصل کرے۔ اسی لئے جو شخص یا جو جماعت امر ونہی کو انجام دے اور اجتماعی تبدیلی

کی مہم کا بار اٹھائے اس پر واجب ہے کہ وہ شرائط و حالات اور ان اعمال کا گہری نظر سے مطالعہ کرے جسے انجام دے رہا ہے اور جس کام کے لئے قیام کر رہا ہے اس پر مرتب ہونے والے نتائج اور اس کے عکس العمل کا تجزیہ و تحلیل کرے .... اب اگر تاثیر و تبدیلی کا پہلو اسے حاصل ہو رہا ہو اور اچھے نتیجے نیز مثبت اثر سے مطمئن ہو تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے در پے ہونا اور اس کے لئے قیام کرنا واجب ہے چاہے جس حد تک اس کے لئے قربانی دینی پڑے .... اور اس کی سب سے بڑی دلیل اصلاح امت اور تغییر فساد کی خاطر امام حسین بن علی علیہ السلام کا قیام اور آپ کا اپنی، اپنے اہل بیت و اصحاب کی اور اپنے مال کی قربانی دینا ہے۔

البتہ اگر یہ کام (امر بہ معروف و نہی از منکر) بے فائدہ ہو اس کے نتائج سلبی ہوں اور اس کا نقصان اس کے فائدے اور اصلاحی تاثیر سے زیادہ ہو اور اس کی انجام دہی سے کسی طرح کی تبدیلی نہ حاصل ہو تو جب تک سلبی نتائج اور اثرات حاصل ہونے کا خطرہ ہو اس کے لئے قیام نہ کرنا قیام کرنے سے بہتر ہے خاص کر کے اس صورت میں جب کہ سلبی آثار فقط قیام کرنے والوں کی حد تک موقوف نہ ہوں بلکہ اس کے اثرات دوسروں تک پہونچیں جس کی وجہ سے ان کے دلوں میں ناامیدی پیدا ہو اور شر و فساد و گمراہی کی قوتیں سرکشی و فساد کے برقرار رکھنے پر نڈر اور بیباک ہوں۔ اس مقام پر جب کہ ہم (امر و نہی کے نتائج درست ہونے اور وجوب کے اس تغییری و اصلاحی عمل کے نتائج سے مربوط ہونے کی گفتگو کر رہے ہیں) یہ جان لینا ضروری ہے کہ اس کے نتائج کا فوری ہونا لازم نہیں ہے جسے قیام کرنے والے فوری محسوس کرلیں بلکہ بسا اوقات صحیح نتیجہ حاصل ہونے کے لئے کافی

وقت درکار ہوتا ہے تاکہ اس مدت میں تغیری و اصلاحی عناصر کے ساتھ پروان چڑھتا رہے اور وقت آنے پر اس کے فوائد حاصل ہوں چنانچہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" جس کے لئے افراد یا جماعتوں نے قیام کیا ہو فوری طور پر معاشرہ پر مسلط حالات کو بدلنے کی قدرت نہیں رکھتے تاکہ فساد کو ختم کر کے اس کی جڑوں کو اکھاڑ پھینکیں اور خالص اسلامی وضع قائم کریں لیکن اس کے باوجود بڑی قربانی اور جانی و مالی عظیم نقصان مصلحتیں اور اجتماعی و انفرادی منحرف حالات کو بدلنے کی دعوت دینے والوں کو لاحق ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ یہ قربانی اور یہ نقصان بے ثمر رہا بلکہ یہ کوشش ایک گٹھلی کے مثل ہے جس سے آگے چل کر ایک تناور درخت تیار ہو جاتا ہے اسی طرح امت کو حرکت میں لانے اور اس کے اندر بیداری و شعور کی روح ابھارنے کے لئے ان کی یہ کوشش اس گٹھلی کا کام کرے گی اور یہ قربانی جو فوری طور پر سے فساد و انحراف کے موضوع کو بذات خود نہ بدل سکی وہ اصلاح و تغییر کے عوامل کو پوری طرح سے حرکت میں لانے کا سبب بنے گی جس طرح امام حسین ابن علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے قیام نے بعد میں چل کر امت میں اصلاح و تغیر کے لئے بیداری کی روح پھونک دی تو ایسی صورت میں بھی جب کہ اصلاح کا فوری نتیجہ نہ حاصل ہوتا ہو لیکن آگے چل کر معاشرہ کی تبدیلی کے لئے وہ اصل و بنیاد کا کام دے تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے قیام کرنا واجب ہے اور اس کے لئے اور کلمۃ اللہ کو بلند کرنے اور کلمۂ ضلال و طاغوت کو سرنگوں کرنے کے لئے انسان کو ہر ممکن قربانی پیش کرنا ضروری ہے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا طریقہ

اپنے نظریہ کی پہونچانے اور تبدیلی پیدا کرنے کا طریقہ مصلحین اور تبدیلی لانے والوں کو کوشش کی کامیابی میں اہم رول ادا کرتا ہے۔ طریقہ کار جتنا کامیاب اور ذریعہ اصلاح جتنا بہتر ہوگا تاثیر بھی اتنی زیادہ اور تبدیلی اتنی ہی وسیع پیمانے پر ہوگی کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص یا جماعت اصلاحی مہم کے لئے ایک معین طریقہ کو اختیار کرتی ہے لیکن کامیابی حاصل نہیں ہوتی اور ضرر سے محفوظ نہیں رہتے۔ اور اسی وقت کوئی دوسری جماعت یا افراد اسی محیط اور اسی دائرہ میں وہی کام انجام دیتے ہیں تو کم سے کم ضرر پر یا بغیر ضرر و تکلیف اٹھائے بہت زیادہ کامیابی حاصل کرتے اور کامل طور سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوجاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اچھا طریقہ کار اختیار کرنا اور امکانات اور صلاحیتوں کو اچھی طرح سے استعمال کرنا وقت اور محنت کو بچاتا ہے اور بہت جلد مقصد میں کامیابی حاصل ہوجاتی ہے۔

اور اس دور حاضر میں جو کہ تعین راہ، تنظیم کار، عمدگی اسلوب کا دور ہے بغیر برتر اسلوب اور ٹھوس طریقہ کے اجتماعی اصلاح کے لئے قیام، ذرائع فساد سے مقابلہ اور اسلام دشمن تہذیب سے جنگ نہیں کر سکتے اس لئے اس دور میں دعوت امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو دانائی و بصیرت، دانشمندی و حکمت کی بنیاد پر قائم ہونا چاہئے خداوند عالم کے اس فرمان کے مطابق "قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ وَسُبْحَانَ

اللّٰہِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ "۔

(یوسف ۱۰۸)

اے رسولؐ! ان سے کہہ دیجئے کہ میرا طریقہ تو یہ ہے کہ میں (لوگوں کو) اللہ کی طرف بلا رہا ہوں اور میں اور جو لوگ میرے پیرو ہیں دونوں مضبوط دلیل اور بصیرت رکھتے ہیں اور خدا (ہر نقص و عیب سے) پاک و پاکیزہ اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔

"اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ "۔ (نحل ـ ۱۲۵)

"(اے پیغمبرؐ) تم (لوگوں کو) اپنے پروردگار کی راہ پر حکمت اور اچھی اچھی نصیحت کے ذریعہ سے بلاؤ اور بحث و مباحثہ کرو بھی تو ایسے طریقہ سے جو (لوگوں کے نزدیک) سب سے اچھا ہو"۔

اور حدیث شریف سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے العامل علی غیر بصیرۃ

"کالسائر علی غیر الطریق، لا یزیدہ سرعۃ السیر الا بعداً "۔

(وسائل ج ۹ کتاب القضاء صـ۱۲ ط ۲)

بغیر بصیرت کے عمل کرنے والا ایسا ہی ہے جیسے کوئی اپنے راستہ کو چھوڑ کر دوسری راہ پر چل رہا ہو وہ جتنا تیز چلے گا اتنا ہی منزل سے دور ہوتا جائے گا۔

"انا معاشر الانبیاء امرنا ان نکلم الناس علی قدر عقولھم"

(تحف العقول صـ۳۲ ط ۵)

ہم گروہ انبیاءؑ کو یہ حکم ملا ہے کہ لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق گفتگو کریں۔

"امرت بمداراۃ الناس کما امرت بتبلیغ الرسالۃ "۔

(تحف العقول ص۳۸)

"مجھے لوگوں کے ساتھ حُسن سلوک کا اسی طرح حکم ملا ہے جس طرح تبلیغ رسالت کا"

اسی لئے ضروری ہے کہ اسلام کے مفاہیم و افکار کو پیش کرنے اور تغییر و اصلاح کا کام انجام دینے میں مناسب اسلوب اور پختہ طریقہ اختیار کیا جائے کیونکہ ہم ایسی دشمن طاقتوں کے مقابل ہیں جو اسلام سے مقابلہ اور اس سے مقاومت کی خاطر تمام وسائل و طریقہ کار کام میں لا رہی ہیں۔ وہ طاقتیں درسگاہوں، عقلوں، جانکار افراد اور ماہرین کو اپنے افکار کی دعوت اور جس طرز حیات پر وہ ایمان رکھتی ہیں ان کی نقل و تطبیق کے لئے مسخر کر رہی ہیں۔

اسلام نے اسلوبوں کے بنیادی اصول واضح کر کے اور کسی معین طریقہ کا پابند نہ کر کے مصلح اور اسلام کی دعوت دینے والے کے سامنے دروازہ کھلا چھوڑ رکھا ہے تاکہ مصلح ان توضیحات کی روشنی میں جس وسیلہ و اسلوب کو مناسب سمجھے کام میں لائے۔

گذشتہ دونوں آیتوں اور انھیں سے ملتی جلتی حدیثوں کی طرف رجوع کرنے اور ان قواعد اساسی میں جو معنیٰ و مضمون ہیں ان میں غور کرنے سے ہم اس بات کا ادراک کرتے ہیں کہ یہاں پر دو بنیادی قاعدے ہیں جن کی رعایت کرنا کسی بھی اصلاحی اسلوب کے اختیار کرتے وقت ضروری ہے اور وہ یہ ہیں۔

۱:- **التزام**:- التزام سے مراد یہ ہے کہ اسلوب و طریقہ کار اسلامی شریعت کے احکام اور اس کی بلند ترین اخلاقیت سے منحرف نہ ہو۔ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ "لا یطاع اللہ حیث یعصیٰ"۔

یعنی معصیت کو ذریعہ قرار دے کر خدا کی اطاعت نہیں کی جا سکتی۔

مفاہیم اسلامیہ اور قواعد شرعیہ قاعدۂ "الغایۃ تبور الواسطہ" یعنی حصول مقصد کے لئے ہر واسطہ جائز ہے، کو مباح نہیں جانتے اور داعیان اسلام کے لئے مفاہیم شریعت و احکام اسلامی سے منحرف وسیلہ و اسلوب اختیار کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ واسطہ یا اسلوب ایک انسانی عمل ہے جس پر اسی طرح حکم شرعی مرتب ہو گا جس طرح دوسرے افعال پر مرتب ہوتا ہے۔

چنانچہ تاریخ نے ہمارے لئے ایک عظیم اسلامی موقف کو پیش کیا ہے جس سے التزام اور غایت و وسیلہ کے درمیان کا لگاؤ مشخص ہوتا ہے اس نظریہ کو امام علی علیہ السلام نے اس وقت بیان کیا جب آپ کے بعض اصحاب نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ بھی وہی کام کریں جو معاویہ نے کیا ہے۔ یعنی سربرآوردہ لوگوں اور سردار قسم کے افراد کو ان کی توجہ اور ان کا رجحان حاصل کرنے کے لئے مال ہدایا عطا کیجئے۔ مشورہ کے الفاظ یہ ہیں۔ (آپ اشراف قبائل اور ان لوگوں کو جن سے مخالفت اور ساتھ چھوڑ دینے کا خوف ہو مال عطا کیجئے اور جب آپ کے حسب منشاء کام درست ہو جائے تو پھر عدل کی اسی بہترین حالت پر پلٹ جائیے گا جو آپ رعایا کے درمیان کرتے تھے اور مساوات اختیار کر لیجئے گا)

امامؑ نے اس مشورہ کو رد کر دیا اور انھیں جواب دیا:۔

"اتامرونی ان اطلب النصر بالجور فیمن ولیت علیہ من اھل الاسلام واللّٰہ لا اطور بہ ما سمر بہ سمیر، وما ام نجم فی السماء نجما ولو کان مالھم مالی لسویت بینھم، فکیف وانما ھی اموالھم۔"

(تحف العقول ص ۱۲۶ ط ۵)

کیا تم مجھے یہ مشورہ دے رہے ہو کہ میں ان اہل اسلام پر ظلم کر کے جن پر میں حاکم بنایا گیا ہوں نصرت حاصل کروں۔ خدا کی قسم میں اپنے طریقہ کو ہرگز تبدیل نہ کروں گا جب تک کہ کوئی قصہ گو قصہ بیان کرتا ہے اور ایک ستارہ دوسرے ستارہ کا قصد کرتا ہے گا اگر ان کا مال میرا ہوتا تو بھی میں برابر برابر تقسیم کرتا چہ جائے کہ یہ انھیں (مسلمانوں) کا مال ہے۔

۲۔ اتباع حکمت:۔ حکمت سے مراد یہاں اس طریقہ کو اختیار کرنا ہے جو ان لوگوں کے حالات، اوضاع اور وقت کے مناسب ہو جن کی اصلاح مقصود ہے۔

شریعت اسلام نے چند مراتب مقرر فرمائے ہیں۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والے کے لئے لازم ہے کہ فساد و انحراف کے خاتمہ، حق و عدل کے قیام، عمل انسانی کی درستگی اور اس کی روش صحیح کرنے کے لئے درجہ بہ درجہ ان مراتب کو کام میں لائے۔ اور ضروری ہے کہ حکمت و التزام کے اصول کے مطابق وہ مناسب طریقہ و درجہ اختیار کرے جو اصلاح و تبدیلی پیدا کر سکے۔

وہ مراتب جن کے استعمال کا حق شارع نے دیا ہے یہ ہیں۔

ا۔ پہلا طریقہ:۔ نفسیاتی طور پر احساس دلانا ایسا سلبی نفسیاتی رویہ اختیار کرے جس سے تارک واجب یا فاعل حرام کو یہ احساس ہو جائے کہ وہ بُرا سمجھ رہا ہے اور اس کے عمل سے خوش نہیں ہے۔

کیونکہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو تیز حس اور تبدیلی و اصلاح قبول کرنے کے لئے زبردست استعداد کے مالک ہوتے ہیں اور وہ فقط اس بات پر کہ دوسرے اس کے رویہ کو ناگوار سمجھتے ہیں اور اس کے افعال سے خوش نہیں ہیں تبدیلی قبول کر لیتے ہیں۔ یہ اسلوب صرف انفرادی اصلاح کی حالت میں کار آمد ہوگا۔ کیونکہ معاشرہ،

حکومت، اور سیاسی، اجتماعی و اقتصادی اداروں پر اس وسیلہ کو استعمال کر کے اثر ڈالنا کسی کے بس میں نہیں ہے اس لئے کہ اس کا اثر افراد کی حد تک محدود ہے۔

۲- دوسرا طریقہ: فکری و ثقافتی آگاہی بخشنا اور پہلا طریقہ کارآمد نہ ہونے کی صورت میں برائی سے مقابلہ اور معاشرہ میں نیکی پھیلانے کے لئے گفتگو اور افکار کو اسلحہ کی طرح استعمال کرنا۔ کیونکہ بات کا اثر کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ قوت و اقتدار اس اثر کو پیدا کرنے سے عاجز ہیں۔ اس لئے تحریر، شعر، خطابت اور مدرسوں، کالجوں اور دیگر آگاہی کے وسائل اور کتابوں، رسالوں اور نمائش کے ذرائع، تعلیم و رہنمائی یہ سب ذرائع افراد اور جماعتوں کو متوجہ کرنے کے فعال ذرائع اور اصلاح و تبدیلی پیدا کرنے کے کامیاب اسلوب ہیں۔ قرآن کریم نے اس وسیلہ کی اہمیت کی طرف اس طرح توجہ دلائی ہے۔

"لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا۔"

(النساء ۱۱۴)

"(اے رسولؐ) ان کے راز کی باتوں میں سے اکثر میں بھلائی (کا تو نام تک) نہیں مگر (ہاں) جو شخص کہ صدقہ دینے یا اچھا کام کرنے یا لوگوں کے درمیان اصلاح کا حکم دے (تو البتہ ایک بات ہے) اور جو شخص (محض) خدا کی خوشنودی کی خواہش میں ایسے کام کرے گا تو ہم عنقریب اسے بڑا اچھا بدلہ عطا کریں گے۔

"أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ۝ تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَ

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ـ"

(ابراہیم ۲۴-۲۵)

(اے رسول) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ خدا نے اچھی بات (کلمہ توحید) کی کیسی (اچھی) مثال بیان کی ہے کہ (اچھی بات) گویا ایک پاکیزہ درخت ہے جس کی جڑ مضبوط اور اس کی شاخیں آسمان میں (لگی) ہوں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمہ وقت پھلا (پھولا) رہتا ہے اور خدا لوگوں کے واسطے (اس لئے) مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ لوگ نصیحت و عبرت حاصل کریں۔

۳۔ تیسرا طریقہ :- بائیکاٹ کرنے، اور جو شخص برائیوں کو انجام دے رہا ہو اسے باہر کرنے کا ہے۔ چنانچہ ظالم نظام، ذخیرہ اندوز تاجر، بے راہ رو، اقدار اور اصولوں کا احترام نہ کرنے والے شخص، شراب خوار، رشوت خور .... کا جب بائیکاٹ کر دیا جائے اور اجتماعی علاحدگی کر دیا جائے۔ اور اس پر دباؤ ڈالا جائے تو وہ مجبور ہو جائے گا کہ یا تو ان اوصاف کو چھوڑ دے یا سماج میں مل کر زندگی بسر کرے۔

جب فرزندان امت ظالم اقتدار حکومت کا بائیکاٹ کر دیں گے اور اس سے تعاون اور قوانین کی پابندی کرنا چھوڑ دیں گے یا اس کے شعبہ ہائے حکومت میں ملازمت اور وظائف قبول کرنا ترک کر دیں گے تو خود بخود اس کا اقتدار ختم ہو جائے گا یا اس کے حالات میں سدھار پیدا ہو جائے گا۔

اسی طرح سے تاجر اور اقتصادی ادارے، اور اشیاء ضرورت تیار کرنے والے کارخانے جب ذخیرہ اندوزی کرنے لگیں اور دوسروں کے مصالح کو نقصان پہنچانے لگیں تو ان کا بائیکاٹ کر دیا جائے، ان سے نہ کچھ خریدا جائے اور نہ بیچا جائے نہ ان سے کوئی معاملہ کیا جائے اس صورت میں وہ خود بخود کمزور ہو جائیں گے یا پھر اپنے

رویہ پر نظر ثانی کریں گے اور اپنے حالات اور اپنے لین دین کے طریقۂ کار کو بدلنے کی کوشش کریں گے۔

اس طرح رائے عامہ، اجتماعی اصلاح اور فریضۂ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی انجام دہی کے لئے سماجی، حکومتی اور مختلف اداراتی سطح پر ایک فعال اسلحہ تشکیل دے گی۔

۴- چوتھا طریقہ: طاقت و قوت کے استعمال کا ہے مثلاً جو افراد محرمات کے بجالانے اور واجبات کے ترک پر اصرار کرتے ہوں اور اصلاح و تبدیلی کے کسی بھی وسیلہ کو قبول نہ کرتے ہوں اور اسی انحراف، تخریب کاری اور فساد کی حالت پر اڑے ہوئے ہوں انھیں مارنا اور قتل کرنا۔ البتہ اس مرتبہ کے استعمال کے لئے کچھ شرائط اور قانونی احکام ہیں جن کی پابندی کرنا ضروری ہے اور وہ یہ ہیں۔

۱- اسلام نے حرام کاری کرنے والے اور واجب کو ترک کرنے والے کو فائدہ کا حق اس وقت دیا ہے جب پہلے تینوں اسلوب اس پر اثر انداز نہ ہوں علاوہ بریں **خراب کاری** لوٹ پھوٹ تک نہ پہونچے۔ اب اگر بلت خطاءً یا عمداً لوٹ پھوٹ تک پہونچ جائے تو امر و نہی کرنے والے پر اس کی ضمانت اور اس کا جریمہ ادا کرنا واجب ہوگا اور اس پر فعل کی نوعیت کے اعتبار سے عمدی یا خطائی جنایت کے قوانین لاگو ہوں گے۔

۲- شرعی حکومت یا اس کی طرف سے جو اس کا نائب ہو یا اس کی اجازت حاصل ہو اسے حرام کام انجام دینے والے اور واجب کو چھوڑنے والے کے قتل کا حق حاصل ہے اگر نوبت یہاں تک پہونچ جائے کہ وہ اس حکم کے لاگو کرنے کا مستحق ہو جائے۔ اس صورت میں شرعی حکومت یا اس کے نائب پر کسی قسم کی

ذمہ داری یا ضمانت نہیں ہے

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کرنے والے کی صفات

"وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ"

(سورۂ توبہ ــــ ۷۱)

مؤمنین و مؤمنات ایک دوسرے کے دوست ہیں (یہ لوگ) نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر خدا عنقریب رحم فرمائے گا بیشک خدا غالب حکمت والا ہے۔

اَلْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

(سورۂ توبہ ــــ ۶۷)

منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے ہمجنس ہیں کہ لوگوں کو برائی کا حکم کرتے ہیں اور نیکی سے منع کرتے ہیں اور اپنے ہاتھ (راہ خدا میں خرچ کرنے سے) بند رکھتے ہیں (سچ تو یہ ہے کہ) یہ لوگ خدا کو بھول بیٹھے تو خدا نے بھی (گویا)

انھیں بھلا دیا بیشک منافقین بدکار ہیں ۔

قرآن نے مومن (اسلامی شخصیت) کی یہ صفت بیان کی ہے کہ مومن وہ ہے جو امر بالمعروف کے لئے قیام کرے اور اصلاح و تبدیلی کی مہم کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔ اس کے برعکس منافق و فاسق وہ شخص ہے جو فساد پھیلانے اور برائی کو رواج دینے کا کام انجام دے ۔

اس سے معلوم ہوا کہ مومن بہتری اور اصلاح کا داعی اور سماج میں تاثیر کا عنصر ہے اور فاسق و منافق تخریب کاری اور فساد معاشرہ کا سبب ہے جو سماج کے بدن میں ایک جراثیم کی حیثیت سے زندگی گذارتا ہے اور ہمیشہ منفی رخ پر حرکت کرتا ہے جس سے نیکی اور اصلاح کی حرکت بند ہو جاتی ہے

یہ بات فطری ہے کہ ہر مسلمان کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ خیر کی دعوت دے اور اپنی مہم میں کامیاب بھی ہو جائے۔ — اصلاح کا عنصر ہو اور اپنے معاشرہ اور دائرہ کار میں مؤثر بھی ہو جب تک کہ اس کے اندر کچھ خصوصیات و صفات موجود نہ ہوں لہذا ہر اس شخص پر جو اس شرعی ذمہ داری کے لئے اٹھ کھڑا ہو اور انبیاء علیہم السلام کے راستہ پر چلے لازم ہے کہ وہ ایک کامیاب دعوت دینے والے کی خوبیوں سے متصف ہو اور اپنے کردار و عمل سے رسولؐ اور انبیاءؑ کی پیروی کرے ۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والوں کے روشن صفات یہ ہیں ۔

۱۔ شریعت اسلامیہ کی جانکاری اور جس ماحول میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انجام دینا ہو اس کے طرز فکر اور اجتماعی حالات کی معرفت اور ان سے بھر پور آگاہی ۔ تاکہ اصلاحی کام انجام دینے اور مناسب طریقہ اختیار کرنے پر قادر ہو۔

۲۔ پابندی احکام اور عمل میں مثالی حیثیت رکھتا ہو تاکہ گفتگو اور بات

چیت کے ذریعہ مطمئن کرنے سے پہلے ہی لوگ اس کے کردار و شخصیت سے متاثر ہو جائیں۔

چنانچہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔

"کونوا دعاۃ للناس بغیر السنتکم لیروا منکم الورع والاجتھاد والصلوٰۃ والخیر فان ذٰلک داعیۃ۔" (اصول کافی ج ۲ ص ۷۸، ط۴)

کہ لوگوں کو بغیر زبان کے (عمل سے) دعوت دو تاکہ لوگ تم سے پرہیزگاری کوشش، نماز اور عمل خیر دیکھیں یہ بات ان کے لئے دعوت دہندہ ہوگی۔

اور یہ بھی وارد ہوا ہے۔ انما یامر بالمعروف وینھیٰ عن المنکر من کانت فیہ ثلاث خصال: عالم بما امر، عالم بما نھی، عادل فیما یأمر، عادل فیما ینھی، رفیق بما یأمر، رفیق بما ینھی۔"

(تحف العقول عن آل الرسول ص ۲۶۳، ط۵)

امر بالمعروف و نہی عن المنکر وہی شخص کر سکتا ہے جس میں یہ تین خصلتیں پائی جاتی ہوں۔ (۱) جس کا حکم دے اور جس سے روکے اس کا عالم ہو (۲) جس کا حکم دے اور جس سے روکے اس میں عادل ہو۔ (۳) جس کا حکم دے اور جس سے منع کرے اس میں نرمی برتنے والا ہو۔

۳۔ بلند اخلاق اور اچھے نفسیاتی صفات سے متصف ہو مثلاً تواضع، حکمت، صبر، شجاعت اور نفس، قوت ارادی اور حوصلہ پر اعتماد رکھتا ہو۔ ناامیدی، بدبختی اور محرومی سے دور ہو ـــــ تاکہ افراد و جماعات کے ساتھ نہایت کامیابی و برتری کے ساتھ رفتار کر سکے۔

۴۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے نتیجہ میں پیش آنے والے مصائب

کو برداشت کرنے کے لئے آمادہ ہو اور اپنے کو ہر قسم کے منفی عکس العمل کے لئے تیار رکھے۔

اصلاح کی دعوت دینے والے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی خاطر قیام کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ سختیوں اور مشکلات کا سامنا کرے اور ضرورت پڑنے پر آرام، مال و دولت اور اپنی جان کی قربانی دے۔

یہی مصلحین کا طریقہ رہا ہے اور یہی انبیاؑ اور خیر کی دعوت دینے والوں کی سیرت رہی ہے۔ اور قرآن نے مومنین کے دلوں میں اس طرح کی روح پیدا کرنے اور اسے پروان چڑھانے پر کافی توجہ دی ہے۔ چنانچہ قرآن کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ اس نے ہمیشہ ایک ایسی امت کو تیار کرنے کی کوشش کی ہے جو حق کی راہ میں پیش آنے والے مشکلات سے گریز نہ کرے اور ان سے مضطرب نہ ہو۔ اور ہدایت و نیکی کی راہ میں جو اس کی رکاوٹ بنے اس سے رخ نہ موڑے اور ایک ایسی امت کے مہیا کرنے کے لئے جو خیر کی داعی اور پیغام رسانی کی حامل ہو یہ قرآنی تربیت ضروری بھی ہے اس لئے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایک اصلاحی و تغیری عمل ہے۔ اور تغیر کے لئے مقابلہ اور نبرد ضروری ہے اور مقابلہ و نبرد کے لئے قربانی اور مصیبت پر صبر ضروری ہے تو جب تک مصلحین اور معاشرہ میں تبدیلی لانے والے اس حقیقت سے باخبر نہیں ہوں گے اور اس کے لئے نفسیاتی، فکری اور عملی طور پر آمادہ نہ ہوں گے اس وقت تک وہ اپنی رفتار برقرار نہ رکھ سکیں گے اور نہ ان کے لئے اصلاح کا راستہ کامیابی سے طے کرنا ممکن ہوگا اسی لئے قرآن شریف میں اس حقیقت کی وضاحت اور حق و باطل کے درمیان نبرد کے ہر دور میں اس کی تاکید کے لئے آیا ہے۔

"اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ"۔

(البقرۃ ــــ ۲۱۴)

کیا تم (لوگوں) نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ جنت میں داخل ہو ہی جاؤ گے حالانکہ ابھی تمھارے پاس ان لوگوں کی مثال نہیں آئی جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں جنھیں سختیوں اور پریشانیوں نے گھیر رکھا تھا اور انھیں (خوب) جھٹکے دیئے گئے یہاں تک کہ (اس وقت کے) پیغمبر اور ان کے مومن ساتھی کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ آگاہ رہو کہ خدا کی مدد قریب ہے۔ " وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِيْنَ وَنَبْلُوَا اَخْبَارَكُمْ"۔

(سورہ محمدؐ ــــ ۳۱)

ہم عنقریب تمھیں آزمائیں گے تاکہ تم میں جو مجاہدین اور صابرین ہیں انھیں پرکھ لیں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔

یہ ایک ایسے کامیاب داعی کے اہم خصوصیات ہیں جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر انجام دے رہا ہو اس لئے اصلاح اور تبدیلی کے میدان میں کام کرنے والے ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ ان صفات سے متصف ہو اور یہ امکانات اس کے اندر پائے جائیں۔

قرآن کی آواز

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُم بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ" ___ (روم - ۴۱) "خود لوگوں ہی کے اپنے ہاتھوں کی کارستانیوں کی بدولت خشکی وتری میں فساد پھیل گیا تاکہ خدا ان کے بعض کاموں کا مزہ چکھائے شاید کہ وہ پلٹ کر (راہ راست پر) آجائیں"۔

"وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ" ________ (انفال ۲۵) "اس فتنہ (عذاب) سے ڈرو جو صرف انھیں لوگوں کو نہیں پہونچے گا جنھوں نے ظلم کیا اور یہ جان لو کہ خدا سخت سزا دینے والا ہے"۔

"وَإِذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا اللَّهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا قَالُوا مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ۝ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝ فَلَمَّا عَتَوْا عَن مَّا نُهُوا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُونُوا قِرَدَةً خَاسِئِينَ ۝"

(الاعراف ـ ۱۶۴ تا ۱۶۶)

"اور جب ان میں سے ایک جماعت نے (ان لوگوں میں سے جو شنبہ کے دن شکار کو منع کرتے تھے) کہا کہ جنھیں خدا ہلاک کرنا یا سخت عذاب میں مبتلا کرنا چاہتا ہے

انھیں (بے فائدہ) کیوں نصیحت کرتے ہو؟ تو وہ کہنے لگے کہ فقط تمھارے پروردگار کی بارگاہ میں (اپنے کو) الزام سے بچانے کے لئے اور اس لئے کہ شاید یہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں پھر جب وہ لوگ جس چیز کی انھیں نصیحت کی گئی تھی اسے بھول گئے تو ہم نے ان کو تو نجات دے دی جو بُرے کام سے روکتے تھے اور ان لوگوں کو جنھوں نے ظلم کیا دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا کیونکہ وہ فاسق تھے پھر جب وہ اس کے مقابل سرکشی کرنے لگے جس سے انھیں روکا گیا تھا تو ہم نے ان سے کہا کہ ذلیل بندر ہو جاؤ۔"

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ٥ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ" ——— (ہود ۱۱۶ — ۱۱۷)

" پھر جو لوگ تم سے پہلے گذر چکے ہیں ان میں کچھ لوگ ایسے عقل والے کیوں نہ ہوئے جو (لوگوں کو) روئے زمین پر فساد پھیلانے سے روکا کرتے (ایسے لوگ تھے تو) لیکن بہت تھوڑے سے اور یہ انھیں میں سے تھے جن کو ہم نے (عذاب سے) بچا لیا اور جن لوگوں نے نافرمانی کی تھی وہ انھیں لذتوں کے پیچھے پڑے رہے جو انھیں دی گئی تھیں اور یہ لوگ مجرم تھے ہی اور تمھارا پروردگار ایسا (بے انصاف) کبھی نہ تھا کہ بستیوں کو زبردستی اجاڑ دیتا جب کہ اس کے رہنے والے نیک چلن ہوں۔"

اس قرآنی کلام میں فساد و منکر اور اس کے کرنے پر انسان کی ذمہ داری اور اصلاح و تغییر اور اس کے بارے میں مُصلحین کا نقش، اور اصلاح

وتبدیلی قبول کرنا اور نہ کرنا اور اس پر مرتب ہونے والا نتیجہ - ہر ایک کا بیان ہے — ہم مشاہدہ کر رہے ہیں کہ قرآن اس معاشرے اور زندگی کی تصویر کھینچ رہا ہے جس میں فساد پیدا ہوتا اور پرورش پاتا ہے اور ان خراب نتائج اور بُرے حالات کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے جو فساد و انحراف کے سائے میں زندگی گذارنے والے انسان کو پیش آتے ہیں پھر گمراہ و منحرف اوضاع و حالات کے مقابل روش اور طریقہ کو پیش کیا ہے —

قرآن ان مختصر آیات میں جو معانی و مفاہیم سے مالا مال ہیں انسان کی بحران کی واضح تصویر پیش کر رہا ہے اور اس کے فریضہ کو معین کر رہا ہے اور اس کی اجتماعی آگاہی اور انسانی حس کو ابھار رہا ہے تاکہ انسان فساد کی طرف مائل نہ ہو یا ایسے حالات کو دیکھ کر خاموش نہ رہے —

ان قرآنی نصوص میں غور کرنے اور ان کے مضامین کی چھان بین کرنے سے حسب ذیل نتیجے برآمد ہوتے ہیں —

۱- انسان اس زمین میں فساد اور جرم کرنے پر جواب دہ ہوگا - اور لوگوں کی ایک جماعت ایسی بھی ہے جو معاشرے کو فاسد کرنے اور اس میں انحراف کا بیج بونے کی زیادہ ذمہ دار ہے - لہٰذا اس جماعت کو روکنا اور اس کی اصلاح کرکے یا اس مرکز تاثیر کو معاشرے سے دور رکھنا واجب ہے اور یہ جماعت زیادہ تر صاحب اقتدار اور معاشرے میں خوشحال لوگ ہوتے ہیں —

"وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ" —— (ہود ۱۱۶)

"وہ لوگ جنھوں نے نافرمانی کی تھی وہ انھیں لذتوں کے پیچھے پڑے رہے جو انھیں دی گئی تھیں اور یہ لوگ مجرم تھے ہی"—

۲- فساد وانحراف وجرم صرف فاعل کی حد تک نہیں رہتا بلکہ یہ ایسی وباء ہے جو پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اور ایسا خطرہ ہے جو انسانی وجود کو لاحق ہوتا ہے۔

۳- معاشرے کے افراد خاص کر حساس و آگاہی رکھنے والی جماعت فساد کے دفعیہ اور اس کی جڑوں کو ختم کرنے کے لئے جواب دہ ہے اور کوئی شخص فساد کے اقرار اور اس کے مقابل خاموش رہنے پر معذور نہیں ہے۔

۴- کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو فساد وانحراف کے سیلاب کو دیکھ کر اصلاح سے مایوس ہو جاتے ہیں اور انھیں ناامیدی گھیر لیتی ہے اور یہ گروہ اپنی سوجھ بوجھ میں صحیح موقف نہیں اختیار کر پاتے اسی لئے قرآن نے اس کے اور اس جماعت کے درمیان گفتگو کا انداز پیش کیا ہے جو فساد پر خاموشی نہیں اختیار کرتی اور چاہتی ہے کہ اپنی اصلاحی ذمہ داری کو انجام دیتی رہے تاکہ خدا کے یہاں معذور ہو اور اپنا شرعی فریضہ ادا کر سکے چاہے سخت حالات ہی میں سہی۔ "وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ"۔ (اعراف/۱۶۴)

"(اے رسولؐ اس وقت کو یاد کرو) جب ایک گروہ نے کہا کہ تم لوگ اس جماعت کو کیوں نصیحت کرتے ہو جسے خدا ہلاک کرنے والا ہے یا ان پر سخت عذاب کرنے والا ہے تو انھوں نے کہا کہ (ہم اس لئے نصیحت کر رہے ہیں) تاکہ خدا کے یہاں معذور رہوں اور شاید وہ لوگ ڈریں"۔

۵- جو اصلاحی کوششیں مصلحین کر رہے ہیں ان کے امکان میں ہے کہ معاشرہ کو محفوظ رکھیں اور نظام حیات کی حفاظت کریں اور انسان کو ہلاکت اور اس

عقاب الٰہی سے بچائیں جو انسان کی غلطی اور انحراف کی وجہ سے عادلانہ جزاء کے طور پر ہوگا۔

"وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ"۔

"تمہارا پروردگار کسی بستی کو زبردستی ہلاک نہیں کرتا جب تک اس کے بسنے والے مصلح ہوں گے" (ہود ۱۱۷) ــــــ اور یہ ممکن نہیں کہ عذاب، ہلاکت یا انسانی تباہی بغیر ظلم و گناہ اور انحراف کے نازل ہو۔

اسی لئے انسان پر واجب ہے کہ ہمیشہ اپنے کو اور اپنے معاشرہ کو اس پہلے ظلم و فساد کے خاتمہ کے لئے آمادہ رکھے جسے صفحہ حیات پر مشاہدہ کرے۔

لہٰذا انسان اس قرآنی فریضہ کے مطابق خود اپنی طرف سے اور اپنی اولاد، زوجہ، افراد خاندان اور اپنے معاشرے کی جانب سے جس میں کہ وہ زندگی گذار رہا ہے جواب دہ ہے اور وہ اپنے اس واجب کے ترک پر اس وقت تک معذور نہیں ہے جب تک کہ اس پر فعلاً اصلاح و تبدیلی دشوار و ناممکن نہ ہو جائے۔ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ" ــــــ (تحریم/۶)

"اے ایمان والو! اپنے کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے جس پر سخت، شدید قسم کے ملائکہ ہوں گے جو حکم خدا سے روگردانی نہیں کرتے اور جو انھیں حکم ملتا ہے اسے پورا کرتے ہیں"۔

فریضۂ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ادائیگی کے لئے اجتماعی عمل۔

"وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ..."

(مائدہ ر ۲)۔ "اور تم لوگ نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ وسرکشی پر تعاون نہ کرو"۔

"وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ" ______ (توبہ ر ۷۱)۔ "مومنین ومومنات ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں"۔

"وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ"۔ (آل عمران ر ۱۰۴)۔ "اور چاہئے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو خیر کی دعوت دے، نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"۔

جیسا کہ واضح ہو چکا ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر واجب کفائی ہے۔ تو واجبات انسان کی تکلیف کے اعتبار سے دو طرح کے ہیں۔

پہلے واجب عینی جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ...... یہ ہر مکلف پر بذات خود واجب ہے اور وہ اس کی ادائیگی کے لئے جواب دہ ہے اور دوسروں کے ادا کرنے سے اس سے ساقط نہیں ہوگا۔

دوسرے واجب کفائی: یہ وہ واجب ہے کہ اگر بعض لوگ اسے ادا کردیں تو باقی افراد سے ساقط ہو جائے گا جیسے امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور جہاد فی سبیل اللہ، میت کو غسل وکفن دینا اور اس پر نماز پڑھنا اور شریعت میں

اجتہاد .... ان واجبات میں بعض کی ادائیگی کافی ہے اور باقی سے ذمہ داری ختم ہوجائیگی ۔ البتہ اگر کوئی جماعت یا فرد ان اعمال کے لئے قیام کرے اور انھیں پورا کرنے پر قادر نہ ہوسکے تو دوسرے لوگ بھی اس فریضہ کے ادا نہ ہونے پر جواب دہ اور ذمہ دار ہوں گے اور وہ لوگ معذور ہوں گے جنھوں نے اس کے لئے قیام کیا تھا ۔ اور یہ بات واضح ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور اسی طرح جہاد فی سبیل اللہ ان اعمال میں سے ہیں جن میں غالباً اجتماعی کوشش کی ضرورت ہوتی ہے ۔

کیونکہ اکثر و بیشتر فرد یا چند افراد اس مشکل اور دشوار فریضہ کی ادائیگی سے عاجز ہوتے ہیں اس لئے فقہاء نے مکلفین پر واجب قرار دیا ہے کہ جب افراد اس فریضہ کی ادائیگی سے عاجز ہوں تو جماعت کی شکل میں ہوکر قیام کریں ۔

اور قرآن کریم اس حقیقت کی تاکید کرتا ہے اور ہمارے لئے اس طرح واضح کررہا ہے ۔ "وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ" (آل عمران ۱۰۴)

"چاہیئے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو خیر کی دعوت دے نیکی کا حکم کرے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں" ۔

خصوصاً اس صورت میں جب کہ گمراہی، سرکشی اور فساد کی قوتیں ۔ قوت تنظیم اور تعین راہ کے وسائل سے اپنے کو محفوظ رکھتی ہوں اور وضع فاسد کی حمایت اور اس کا دفاع کرتی ہوں ۔

اس حالت میں اجتماعی عمل اور مومنین کا تجمع، ان کا تعاون، ان کا ایک دوسرے کے شانہ بہ شانہ ہونا اور ان کا برائی اور فساد کے خاتمہ اور

فرد، معاشرہ، حکومت اور عوامی زندگی کی اصلاح کے لئے اپنی طاقتوں کو مہیا کرنا ایک ضروری امر اور ایسا وسیلہ ہے جس سے کوئی چارہ نہیں جو شخص شریعت اسلامیہ کی چھان بین کرے گا وہ یہ بات جان لے گا کہ اسلام اپنی پوری توجہ کے ساتھ مومن جماعت کی مضبوطی اور اسلامی معاشرے کی تمام کڑیوں کو مستحکم رکھنے کی دعوت دے رہا ہے:۔

"وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ" ______ (توبہ/۱۲۲)

"اور یہ بھی مناسب نہیں مومنین سب کے سب اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہوں تو کیوں نہیں ہر جماعت سے ایک گروہ کوچ کرتا تاکہ دین میں معلومات حاصل کریں اور جب پلٹ کر آئیں تو اپنی قوم کو ڈرائیں شاید کہ یہ لوگ ڈریں"۔

قرآن اس آیت میں مومنین کو مخاطب کر رہا ہے اور احکام شریعت کی تبلیغ، امر بالمعروف، اسلامی معرفت اور کلچر کی نشر و اشاعت اور اجتماعی اصلاح کے سلسلے میں ان کی ذمہ داری کو واضح کر رہا ہے اور ان سے مطالبہ کر رہا ہے کہ (ان کا ایک گروہ) اصلاحی عمل، احکام و مفاہیم اسلام کی تبلیغ کی طرف توجہ کرے اور اسلامی بنیاد پر اجتماعی اصلاح و تبدیلی کے لئے قیام کرے۔ جیسا کہ آیت سابقہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والوں کی ایک جماعت تشکیل دینے کی اور اسلام کی طرف بلانے کی دعوت دی ہے اور قرآن کا مومنین کو اس طرح دعوت دینا صرف ان کی ذمہ داری کی تعیین اور انھیں امر بالمعروف و اصلاح و تبدیلی کے طریقے اور ذرائع پہنچوانے کے

لئے ہے تاکہ گمراہ طاقتوں اور انسانی زندگی میں پیدا ہونے والے فساد و انحراف کا مقابلہ کر سکیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

ALHUDA FOUNDATION

دارالھدیٰ

نجفی ھاؤس

۱۵۹، نشان پاڑہ روڈ، بمبئی ۹